Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 31, Sr.No.78, 2010, pp 05 - 40

مجلّہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۱، جنوری۔مارچ ۲۰۱۰ء، شمارہ ۷۸

''جدید فارسی شاعری''
چند اور اضافے

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری☆

Abstract:

Noon Meem Rashed is a very important translator of Modern Persian Poetry. In this regard his book "Jadeed Farsi Shaeri" consisting sixty Persian Poems and their translations, was published in 1987. After a long period, in current year another book is published named "Jadeed Farsi Shaeri - Noon Meem Rashed kay Ghair Mudawwan Urdu Trajem Ma' Farsi Matn" comprising 24 translations with 23 Persian Poems. Now the missing Persian Poem has been searched out. Moreover, 3 new translations have also been found. Now these 4 translations alongwith their original Persian Text are being presented.

ن م راشد (1910ء-1975ء) کی وفات کے گیارہ بارہ سال بعد، جب 1987ء میں مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سے ان کی تالیفِ لطیف ''جدید فارسی شاعری'' کی اشاعت عمل میں آئی تو اُس میں انیس(19) ایرانی شاعروں کی ساٹھ(60) فارسی نظمیں اور ان کے اردو ترجمے شامل تھے حالانکہ اس کا مسوّدہ بائیس(22) شاعروں کی اسّی(80) نظموں کے ترجموں پر مشتمل تھا۔ اشاعتی ادارے کی طرف سے اس تخفیف کا سبب اصل فارسی نظموں کی عدم دستیابی بتایا گیا۔(۱)

☆ چیئرمین شعبۂ اُردو، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور۔

بیس(20) نظموں کے ترجموں پر مشتمل بقیہ مسوّدے میں دس(10) ترجمے تو انھی انیس(19) میں سے بعض شاعروں کی نظموں کے ہیں جو مطبوعہ کتاب میں شامل ہیں۔ جبکہ دس(10) ترجمے ان تین شاعروں کی نظموں کے ہیں جو کتاب کا حصہ ہی نہ بن سکے۔ (۲) مجھے اس بقیہ مسوّدے کی عکسی نقل مجلسِ ترقی ادب لاہور کے ایک اہل کار جناب احمد رضا کے توسّط اور ناظم جناب احمد ندیم قاسمی کی اجازت سے 1990ء میں اس وقت حاصل ہوئی جب میں نے ''ن م راشد۔تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق کا آغاز کیا۔ دورانِ تحقیق مجھے نیادور۔کراچی، شمارہ49-50 کے متفرق صفحات پر بکھرے ہوئے چار(4) ایسے ترجمے بھی دستیاب ہو گئے جو مطبوعہ کتاب تو ایک طرف، راشد کے تیار کردہ مسوّدے میں بھی شامل نہیں تھے۔ (۳) یہ ترجمے بھی انھی میں سے بعض شاعروں کی نظموں کے ہیں جو مطبوعہ کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔ (۴) بحیثیت مجموعی دستیاب ہونے والے ان غیرمدوّن ترجموں کی تعداد چوبیس(24) ہو گئی جن سے راشد کی مطبوعہ کتاب خالی ہے۔

راشد کے چوبیس(24) غیرمدوّن ترجموں کو حاصل کرتے ہی میں نے ان کے اصل فارسی متون ڈھونڈنے اور انھیں ترجموں کے پہلو بہ پہلو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ابتدا میں جزوی طور پر حاصل ہونے والی کامیابی کا تناسب رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور بالآخر سالِ رواں کے وسط تک مجھے چوبیس (24) مطلوبہ نظموں میں سے تیئس(23) نظمیں مل گئیں۔ اس دوران میں میرے مندرجہ ذیل دو تحقیقی مقالے اشاعت پذیر ہوئے۔

1- ''جدید فارسی شاعری (ایک ضمیمہ)'' مشمولہ، بازیافت۔شعبہء اردو، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور: شمارہ1، جنوری2002ء۔ص41تا59

2- ''جدید فارسی نظموں کے غیر مدوّن اردو تراجم (ن م راشد کے قلم سے)'' مشمولہ، سفینہ۔شعبۂ فارسی، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور: شمارہ6، 2008ء۔ص145 تا156

ان میں اوّل الذکر کے توسّط سے تین(3) اور ثانی الذکر کے ذریعے چار(4) منظومات و تراجم منظرِ عام پر آئے۔(۵)

ان ادھوری کاوشوں کے بعد میں نے تکمیل کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے رواں سال کے ماہِ اگست میں ''جدید فارسی شاعری -ن م راشد کے غیر مدوّن اردو تراجم مع فارسی متن'' کے نام سے ماورا پبلی کیشنز لاہور سے ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب میں متعلقہ مباحث سمیت راشد کے چوبیس (24) ترجمے اور تیئس (23) فارسی نظمیں شامل ہیں۔ جو فارسی نظم اس کتاب میں شامل نہ ہوسکی وہ رضا براہنی کی تخلیق ہے۔ راشد نے اس کا ترجمہ ''پرندوں کا جنازہ'' کے نام سے کیا تھا اور یہ ان کی کتاب کے مسودے میں شامل تھا۔ میں نے اصل فارسی نظم کے حصول کے لیے بہت کوشش کی۔ حتیٰ کہ رضا براہنی کے ساتھ بھی برقی مراسلت (E-mailing) ہوتی رہی مگر میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ صرف ایک نظم کی عدم دستیابی کے باعث قارئین کو تیئس (23) فارسی نظموں اور چوبیس (24) اردو ترجموں سے محروم رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ چنانچہ راشد صدی کی مناسبت سے میں نے اس کتاب کو شائع کر دیا۔ کتاب میں مطلوبہ نظم کا ترجمہ شائع کرنے کے پیچھے صرف یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اصل نظم کی تلاش کے عمل میں کوئی اور شخص بھی شریک ہونا چاہے تو ہو سکے۔ (۶) لیکن غالباً مشیّت کو یہی منظور تھا کہ یہ کام میرے ہی ہاتھوں تکمیل پذیر ہو۔ چنانچہ جب میری مطبوعہ کتاب کینیڈا میں مقیم ن م راشد کی صاحبزادی یاسمین حسن اور ان کے شوہر فاروق حسن تک پہنچی تو انھوں نے مجھے ٹیلی فون کر کے یہ نوید سنائی کہ رضا براہنی کی نظم (تشییعِ پرندگان) ان کے پاس محفوظ راشد کے پرانے کاغذات میں موجود ہے۔ ایک آدھ دن کے بعد انھوں نے مجھے یہ نظم برقی مراسلے (E-mail) کی صورت میں ارسال کر دی۔ اس بات کو ہفتہ عشرہ ہی گزرا ہوگا کہ مجھے ان کی طرف سے کینیڈا سے پاکستان آنے والے کسی عزیز کے ذریعے راشد کے چند کاغذات کی عکسی نقول پر مشتمل ایک لفافہ موصول ہوا جس میں مذکورہ فارسی نظم کے علاوہ مزید تین (3) نظموں کے اردو ترجمے موجود تھے۔ ان میں دو (2) ترجمے (i- چراغ ii- کسی اور ساحل پر) منوچہر آتشی کی نظموں کے اور ایک (1) ترجمہ (برسات کے مہینے) محمد علی سپانلو کی نظم کا ہے۔ یہ دونوں شاعر بھی اُن انیس (19) شاعروں میں شامل ہیں جو راشد کی کتاب کا حِصّہ بنے تھے۔ بیگم و فاروق حسن کے ارسال کردہ کاغذوں میں ان شاعروں کی تین (3) اضافی نظموں سے کیے گئے ترجمے ہی تھے،

اصل فارسی نظمیں موجود نہ تھیں۔ بہر حال میں نے ان تینوں ترجموں کے اصل فارسی متون بھی تلاش کر لیے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اب مجھے رضا براہنی کی نظم ''تشییع پرندگان'' کی مطبوعہ صورت بھی دستیاب ہو چکی ہے جو ان کے شعری مجموعے ''مصیبتی زیرِ آفتاب'' میں شامل ہے۔ میرے لیے اس مجموعے کی عکسی نقل میرے عزیز و مہربان دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر (صدرِ شعبۂ فارسی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور) حال ہی میں تہران سے لے کر آئے ہیں۔ آئندہ صفحات میں آپ راشد کی کتاب میں فراہم کردہ شعرا کی زمانی ترتیب کے مطابق منوچہر آتشی، رضا براہنی اور محمد علی سپانلو کی مذکورہ نظمیں اور راشد کے ترجمے دیکھ سکیں گے۔ اب راشد کے قلم سے ظہور میں آنے والے جدید فارسی نظموں کے دستیاب اردو ترجموں کی کل تعداد ستاسی (87) ہو گئی ہے۔ اگرچہ کارِ دنیا کی طرح کارِ تحقیق کے اتمام کا دعویٰ کرنا بھی محال ہے تاہم شاید اب میری یہ کاوش راشد کی کتاب کا تکملہ ثابت ہو۔

☆......☆......☆

منوچهر آتشی

[i] چراغ

پت پت فانوس
خار می چیند ز پای چشم هر عابر
پت پت فانوس
باغ می بافد به هر بایر
شهر می سازد به هر متروک
شعر می کارد به هر خاموش
گرنه هر سنگی طلسم قلعه ای است
گرنه هر قلعه طلسم قصه ی پرهای وهوی روزگاریست
این همه افسانه ، پس و هم کدامین قصه گوی شرمساری است؟
پای از این اندیشه ها سنگین مکن ای دوست
در بن این شب که گنج صبح
با هزاران برق روشن چاره ساز خستگی هاست
با هزاران دست روشن چشمه ی مهر است
با هزاران لب درخت میوه های شهدنک بوسه هاست
از چه رامش با فسون کار ندامت واگذاری؟
از چه؟

چشم اما می تپد در چهره ی من
هوش می خشکد ز هول جاودان و هم
میوه ی طاقت
می مکد شادابیش را شاخ پیر خشم
سنگ می ترمد ز صبر من: چه یعقوبی و چه ایوب
گور می خندد به روی من: سکندر قصّه ای بود
راه می پیچد مرا: زیم کوه جز فریاد خود کس قصه ای نشنود
پت پت فانوس اما؟
پت پت فانوس
می دهد بازم نوید موزه بگرفتن به هر کاشانه ای
پت پت فانوس چون چشمی امید افروز
چتره می سازد به ایما غربت دلگیر را
با فریب کور سوی شمع هر ویرانه ای
پل می بندد گران بر بی گدار شب
وز دل پر هول تاریکی
چشمه سار صبح می جوشاند از بانگ خروس
طرح انسان می زند بر جنبش کابوس
این همه فانوس
کوردل ، آخر چا در لجه ی تردید؟
خیره سر ، آخر چرا مایوس؟
جاده امامی گریزد زین سمج امید
می دود پنهان میان خار و سنگ و غار
می رمد هر برگ این باد گرسنه را

سرد و خالی می شکافد صخره ی هر یاد
ضربه ی این تیشه کار سینه فرسا را
هر صلیبی با دریغی سرد
چشم می بندد دروغ شوم این بی دم مسیحا را
هر ستاره ، خنده اش چون نیش
سخره می ریزد بر این تشویش
زخم خار هر درنگ
سرگذشت رفتگان می گویدش با پا
این رمیدن ها نگاه بی افق را خیرگی است
این دویدن ها دل بی آرزویت را تپیدن هاست
این تپیدن پت پت فانوسِ روغن سوخته است
صبر این دیوانه شب را ، این همه مظلم
هر چراغی خود به راهی گمشده ای است
هر چراغی با فریب پرتو فانوس دیگر می سپارد راه
در چنین تزویر کار دل سیاه
هر چراغی را چراغ دیگری باید گرفت و هر شبی را با شبی
دیگر به صبح آورد
هر غمی را با غمی دیگر به تسکین ، هر دلی را با دلی دیگر
گوش با افسون هیچ آواز مسپار
دل به چاه هیچ امیدی میفکن
شیشه ی این دیو را بر سنگ مرز زندگی بشکن
پت پت فانوس ، اما
می سپارد هر نفس ما را به دشت باز یک افسوس (۷)

....

چراغ

فانوس کی تڑ تڑ
ہر اس زائر کی آنکھوں کے پاؤں سے کانٹے چن رہی ہے
جس کا کوئی کعبہ نہیں
فانوس کی تڑ تڑ
ہر بنجر زمین میں باغ بُن رہی ہے
ہر ویرانے میں شہر بسا رہی ہے
ہر سنسان جگہ لفظ بو رہی ہے
''اگر ہر پتھر جادو کا قلعہ نہیں؟
اگر ہر قلعہ کسی زمانے کی ہاو ہو سے بھری ہوئی
کہانی کا طلسم نہیں؟
تو وہ سب افسانہ ہے: پس کس شرمسار قصہ گو کا وہم ہے تجھے
ان اندیشوں کی وجہ سے تیرے پاؤں کیوں بھاری ہو رہے ہیں؟''
''جب اس رات کی تہ میں، صبح کا خزانہ
اپنی ہزاروں چمکتی بجلیوں کے ساتھ
ہماری تمام تھکاوٹوں کا چارہ ساز ہو
اپنے ہزاروں چمکتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ
محبت اور نور کا سرچشمہ ہو
اور اپنے ہزاروں ہونٹوں کے ساتھ
بوسوں کے پھلوں سے لدا ہوا شہد آگیں درخت ہو
تو پھر تُو کس لیے اپنے دل کے آرام کو
ندامت کے جادوگر کی خاطر قربان کر رہا ہے؟
کس لیے؟---''

لیکن میری آنکھیں میرے چہرے کے اندر بے قرار ہو رہی ہیں
وہموں کے ہولِ جاوداں سے ہوش خشک ہو رہے ہیں
غصے کی بوڑھی شاخ
میری طاقت کے پھلوں کی شادابی کو چوستی جا رہی ہے
میرے صبر سے پتھر پھٹ جاتے ہیں، کیسا یعقوب اور کیسا ایوب!
قبر میرے منہ پر ہنس رہی ہے، سکندر محض کہانی تھا
راستہ مجھے اپنے اندر لپیٹ رہا ہے؛
اِس پہاڑ سے کبھی کسی نے اپنی ہی فریاد کے سوا
کوئی بات نہیں سن پائی
لیکن فانوس کی تڑ تڑ؟---

فانوس کی تڑ تڑ
ہمیں ہر گھر کے آگے جوتے اتارنے کا پیغام دیتی ہے
فانوس کی تڑ تڑ امید افروز آنکھ کے مانند
اشارے ہی اشارے سے ہماری دردناک غربت کی،
چارہ سازی کرتی ہے
ہر ویرانے میں شمع کی مدّھم لو کے فریب سے
رات کی پگڈنڈیوں پر بھاری پل باندھ دیتی ہے
رات کے تاریک اور سرد دل میں
مرغے کی بانگ سے صبح کے چشمے کھولا دیتی ہے
کابوس کی حرکت کو انسان کی صورت بخش دیتی ہے
''یہ تمام فانوس جب ہے

تو اے دل کے اندھے تُو آخر کیوں شک کے گرداب میں
ہاتھ پاؤں مار رہا ہے؟
اے نادان! کیوں مایوس ہے؟''

لیکن راستہ اس پیہم امّید سے گریزاں ہے
چپ چاپ دوڑ کر کانٹوں اور پتھروں اور غاروں کے اندر چھپ جاتا ہے
اس بھوکی ہوا سے ہر پتّا جان بچاتا ہے
ہر یاد کی چٹان کہ سرد اور کھوکھلی ہے
اِس محنت کش تیشہ چلانے والے کی ضربوں سے
پھٹ جاتی ہے
ہر صلیب ایک ٹھنڈی حسرت کے ساتھ
اِس بے دم مسیحا کے منحوس جھوٹ کے سامنے
آنکھیں بند کر لیتی ہے
ہر ستارے کی ہنسی ڈنک ہے
اس تشویش کا مذاق اڑاتی ہوئی
ہر ٹھہراؤ کے کانٹے کا زخم
اپنے پاؤں سے، جانے والوں کی سرگذشت بیان کرتا ہے:
''یہ تمام بھاگ دوڑ اس آنکھ کو چندھیا دیتی ہے
جس کا کوئی افق نہیں
یہ دوڑ دھوپ تیرے امنگوں سے محروم دل کے لیے محض دھڑکن ہے
اور یہ دھڑکن اُس فانوس کی تڑ تڑ سے زیادہ نہیں
جس کا تیل جل چکا ہو

اس دیوانی رات کے صبر میں — اس تاریکی میں
ہر چراغ خود ایک بھٹکا ہوا راہی ہے
ہر چراغ کسی اور فانوس کے پرتو کے اندر راہ چل رہا ہے
اس سیاہ دل فریب کار رات میں
ہر چراغ کے لیے ایک اور چراغ لانا چاہیے
ہر رات کی صبح کسی اور رات سے کرنی چاہیے
ہر غم کو کسی اور غم سے تسکین دینی چاہیے

ہر دل کو کسی اور دل سے —
اپنے کان کسی آواز کے افسوں پر مت لگا
اپنا دل کسی امّید کے کنویں میں مت پھینک
اس دیو کے شیشۂ عمر کو زندگی کی سرحد کے پتّھر پر توڑ دے''
لیکن فانوس کی تڑ تڑ
ہمیں ہر آن کسی افسوس کے بیاباں کی پہنائی میں لا کر چھوڑ دیتی ہے۔ (۸)

☆......☆......☆

[ii] بر ساحل دیگر

درون آشفتگی ها با برون عصیان
بر کدامین ساحل رامش
در کدامین بستر بی سنگ و صخره گرم داری جا
با کدامین پیر جادو خاطرات گرم است
در کدامین قلعه ای دریا؟
پای بگشوده به مرز دید گاه من
ریخته خالی صدف ها را به ساحل پیش چشمان لئیم دانش من
راه بسته بر نگاه من
تا نه بگمارم خیالی خلوتت را؟
تا ندانم با کدامین پیر جادو روز و شب هم خوابه ای، دریا؟
زورقان تیز پرتاب گمان ها
هر یکی سرشار بندرهای سنگین بار
مرغکان سست بال جستجو گر
هریکی جو یای سلک گوهر تاریخ
ماهیان رنگی و چالاك و شاد آرزوها
بطن هر یک مدفن انگشتر سبز نبوت
بطن هر یک زادگاه یونسی ، هستی کمینِ بعثتِ او
جام سرخ روشن خورشید
با شراب تازه ی هر روزش کنده

آسمان های درون سینه ات جاری
چشم ساحل را
بادبان زورق بگسسته لنگر را
می فریبی این همه را ، می بری این ارمغان ها را کجا، دریا؟
از چه ات با من سر پاسخ نه ، این سان ورد می خوانی
از چه دانه می فشانی پیش مرغ پیر فکر من
از چه این سان می فریبی بادبان های نگاهم را؟
از تو زین سو هر چه می بینم فریب و قصه و ورد است
با توز آن سوهر چه می دانم ندانم چیست
از تو اما برنخواهم داشت
چشم پرسش، سایه پَرخاش
از تو اما برنخواهم کرد
دست کاوش دام ژرفا گرد
با تو این جاشوی پیر و شوخ
راز پنهان یاب اعماق است
روشنان روز های رفته اش را در تو می جوید
ماهیان لحظه های مرده اش را در تو می گیرد
این کران اندیش مروارید چشم کودکش را از تو می خواهد
سحر فرعونان فسون ها را بگو جاری کند بر ساحل مفلوک، بیمی نیست
او عصای لاشه ی فرسوده ی خود را
در شبی تاریک روی سینه ات خواهد فکند آخر
موج ها را پاره خواهد کرد

ورد بطلان خواهد خواند بر خروش یا وه جوشت
بادبان چاوشی ها اوج خواهد یافت
ضربه ی نرم تپش ها دور خواهد شد
تا بیاساید به روی ساحل دیگر
تا نه بگشایی به مرز دید گاهم پا
تا نگویی می بری این امرغان ها را کجا ، دریا؟ (۹)

....

کسی اور ساحل پر

یہ اندرونی پریشانیاں، اور بیرونی سرکشی لیے
تو کس کنارے پر آرام کر رہا ہے؟
کس بستر کو گرم کر رہا ہے جس میں نہ پتھر ہیں نہ چٹانیں؟
کس بوڑھے جادوگر کے ساتھ تیری دن رات کی گرم جوشی ہے؟
کس قلعے کے اندر، اے سمندر؟

میری حدِ نظر تک تو نے پاؤں پسار رکھے ہیں
کنارے پر خالی سیپیاں لا ڈالی ہیں
میری دانش کی حریص آنکھوں کے سامنے
تو نے میری نگاہوں کی راہیں بند کر رکھی ہیں
تا کہ میں تیری خلوت کے رازوں کی طرف کوئی دھیان نہ دوں؟

تا کہ میں یہ نہ جان پاؤں
تو کس بوڑھے جادوگر کے ساتھ روز و شب گرمِ خواب ہے
اے سمندر؟

میرے گمانوں کی تند رو کشتیوں کو
—جن میں سے ہر ایک بندرگاہوں کے بھاری بوجھ سے سرشار ہے
جستجو کے نرم پرواز پرندوں کو
—جن میں سے ہر ایک تاریخ کی کہانیوں کے موتیوں بھرے ہار
ڈھونڈتا ہے
آرزوؤں کی رنگدار لجلجی اور دلشاد مچھلیوں کو
—جن میں سے ہر ایک کا پیٹ نبوّت کی سبز انگوٹھی کا مدفن ہے
—جن میں سے ہر ایک کا پیٹ کسی یونس کی پیدائش گاہ ہے
اور زندگی اس کی بعثت کی کمین گاہ۔
سورج کے لال لال چمکتے ہوئے پیالے کو
—جو اپنے ہر دن کی تازہ شراب سے لبریز ہوتا ہے
اپنے سینے کے اندر بہتے ہوئے آسمانوں کو
ساحل کی آنکھوں کو
ہر اس کشتی کے دل کو جس کا لنگر ٹوٹ چکا ہے
اِن سب کو تو لبھاتا چلا جا رہا ہے۔
تو یہ سب تجھے کہاں لیے جا رہا ہے،
اے سمندر؟

تو کس وجہ سے مجھے جواب تک نہیں دیتا
اور متواتر ورد پڑھتا چلا جا رہا ہے؟
اور میرے فکر کے بوڑھے پرندے کو کیوں دانہ ڈال رہا ہے؟
اور میری نگاہوں کے بادبانوں کو کیوں اس طرح فریب دیے جا رہا ہے؟

اِس کنارے سے میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں فریب اور کہانی اور درد کے سوا
کچھ نہیں
اس کنارے نجانے کیا کچھ ہے
لیکن میں اپنی سوال بھری نظریں کبھی نہیں ہٹاؤں گا
اور میرے تیرے درمیان جو پرخاش چلی آتی ہے اس کا سایہ کبھی نہیں اٹھاؤں گا

میں تجھ سے اپنی کاوش کا ہاتھ نہیں روکوں گا
تیری گہرائیوں میں مَیں نے جو جال ڈال رکھا ہے وہ نہیں نکالوں گا۔
تیرے اس کنارے جو بوڑھا شوخ ملّاح بیٹھا ہے
وہ تیری گہرائیوں کے پوشیدہ رنگ ڈھونڈ رہا ہے
اور تیرے وجود میں اپنے گزرے ہوئے دنوں کے تارے
ڈھونڈ رہا ہے
اور تیرے ہی اندر اپنے مردہ لمحوں کی مچھلیاں پکڑ رہا ہے
یہ کنارے پر فکر میں ڈوبا ہوا شخص اپنے بچے کی آنکھوں کے موتی
تجھ سے مانگ رہا ہے
فرعونوں کے جادو سے کہو کہ وہ اس خالی ساحل پر
اپنا کمال دکھائیں
اسے کسی بات کا ڈر نہیں ہے
وہ کسی اندھیری رات اپنی لاش کی گھسی ہوئی لاٹھی
تیرے سینے پر دے مارے گا
لہروں کو پھاڑ ڈالے گا

اور تیرے ہرزہ سرا شور و غوغا کا درد
باطل کر کے رکھ دے گا۔

نقیبوں کے گیتوں کے بادبان ہوا میں لہرائیں گے
دھڑکنوں کی نرم چوٹ دور ہو جائے گی
تا کہ وہ کسی اور ساحل پر جا کر آرام پائے
تا کہ تو میری حدِ نظر پر پھر قدم نہ رکھے
تا کہ تو پھر یہ نہ کہہ سکے کہ تو اِن تمام سوغاتوں کو
کہاں لیے جا رہا ہے، اے سمندر؟ (۱۰)

☆......☆......☆

رضا براهنی

تشییع پرندگان

آنها که چون شکسته ترین آفتابها هستند
تشییع گشته اند
آنها که مثلِ شعله ترین سرخ های گرم شقایق ها بودند؛

پرواز ها
پرواز باز های بسیج بال
و فوج های چلچله پرداز باد ها
بودند؛

آواز ها بودند؛
بودند بلبلان تماماً عشق
در کنجِ باغِ حنجرهٔ شیشه سانشان؛
آنها که آسمان را
— مطلق ترین کبود جهانتاب را
که گسترده ست
بر پهنه های بال تخیّل.
آورده بودند

پائین

پائین

پائین

تا سطح آسمانهٔ☆ منزل ها

حتیٰ،

تا سطح آستانهٔ منزل ها؛

آنها که خوشه های از پروین را

با دست

لمس کرده بودند

اینک

در هالهٔ شکسته ترین آفتابها

تشییع گشته اند.

فریاد سرد و شوم شبی پر خون

چون سدّ سر کشیدهٔ حائل شکسته است

مردم، تمام مردم عالم صد ای سرخ شکستن را

☆ آسمانه = سقف

در نیمه شب

شنیده

هراسان دویده اند

تا راههای شن

- شن های سرد شوم شبی پر خون-

و از کنار پنجرهٔ مغرب
اجساد سرد چلچگانی غریق را
و بلبلان غرق شده
غرق آب را
که مثل کود کانی بی سر
چون ناوگان منهزم بال، بال ها
بر روی آب هائل، دیوانه وار می رفتند
دیدار کرده اند
و دیده اند که انگار
انگار آب وحشت، جنگل را
از ریشه هاش
- ریشهٔ اعماق-
کنده بود
و با پرندگانش
جنگل را
می برد

در صبحدم،
شهر،
-آن اژد های شوم تماماً چشم-
جنبید از شبانه ترین چاههای خویش
و بر فراز سلسلهٔ صبح های کوه
-البرز-

مردم، تمام مردم این شهر
-آنها که مثلِ شعله ترین سرخ های گرم شقایق ها بودند-
در هالۀ شکسته ترین آفتابها
بر چار میخ ها
مصلوب گشته بودند-

در ماورای مردۀ البرز صبح ها
بر وی صخره ها
مردی به بحر شوم خزر می گفت:
''لیلیٰ به یادِ چلچله ها زنده است
اجساد پاك چلچله ها را بما بده''

وماهیان پهنۀ اعماق
از مردگان چلچله ها
می ترسید ند
و ناوگان منهزم بلبلان غرق شده،
غرق آب ها
بر روی آب های سحر می پوسید- (۱۱)

....

پرندوں کا جنازہ

وہ جو بے حد نڈھال سورجوں کے مانند ہیں
ان کا جنازہ نکل چکا ہے
وہ جو شقائق کی گرم سرخیوں میں بے حد شعلہ تھے

پروں کی پرواز
پروں کے اڈتے ہوئے بازوں کی پرواز،
اور ابابیلوں سے گاتی ہوئی ہواؤں کے لشکر تھے

آوازیں تھے،
عشق میں رچی ہوئی بلبلیں تھے
اپنے شیشوں کے سے حلقوں کے باغوں کے گوشوں میں
وہ جو آسمان کو ____
اس دنیا بھر کو نور بخشنے والی،
تخیّل کے پروں پر پھیلی ہوئی، اس بے حد نیلاہٹ کو ____
اتار لائے تھے
نیچے
نیچے
نیچے
گھروں کی چھتوں کے کناروں تک
بلکہ
گھروں کی دہلیزوں کے کناروں تک

وہ جنھوں نے پروین کے خوشوں کو
اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا
اب انھی کا
بے حد نڈھال سورجوں کے ہالے میں
جنازہ نکل چکا ہے

ایک لہو بھری رات کی ٹھنڈی، منحوس پکار،
جو سر اٹھائی ہوئی دیوار کے مانند راستے میں کھڑی تھی
ٹوٹ چکی ہے
لوگوں نے، دنیا بھر کے لوگوں نے
ٹوٹنے کی سرخ آواز
آدھی رات کو سنی
اور ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے
ریت کے رہگزاروں تک
ایک لہو بھری رات، ٹھنڈی منحوس رات کی ریت تک
اور مغرب کی کھڑکی کے گوشے سے
انھوں نے
ڈوبی ہوئی ابابیلوں کی ٹھنڈی لاشوں کو
اور ڈوبی ہوئی، پانی میں ڈوبی ہوئی بلبلوں کو
جو سر کٹے بچّوں کے مانند
پَر کے، پَروں کے، ڈر کر بھاگنے والے بیڑوں کے مانند
خوفناک پانیوں کے اوپر دیوانہ وار
تیر رہی تھیں

دیکھا ہے،
اور دیکھا ہے کہ گویا
گویا، بپھرے ہوئے پانی نے جنگل کو
اس کی جڑوں سے
___ اس کی گہرائیوں کی جڑوں سے ___
اکھاڑ لیا ہے
اور جنگل کو
اس کے پرندوں کے ساتھ
بہا لے گیا ہے
صبح ہونے سے پہلے
شہر نے
___ اس سراپا آنکھ اژدہے نے ___
اپنے بے حد رات کنوؤں کے اندر کروٹ لی
اور پہاڑ کی ___ البرز کی ___
صبحوں کے سلسلوں کے اوپر
لوگ، اِس شہر کے سب لوگ
___ جو شقائق کی گرم سرخیوں میں بے حد شعلہ تھے ___
بے حد نڈھال سورجوں کے ہالے میں
سولی پر لٹکا دیے گئے
صبحوں کے البرز کے مُردے کے اس پار
چٹانوں کے اوپر
ایک شخص منحوس بحیرۂ خزر سے کہہ رہا تھا
''لیلیٰ صرف ابابیلوں کی یاد سے زندہ ہے
ہمیں ابابیلوں کے پاک جسم لوٹا دو''

اور گہرائیوں کی پہنائیوں کی مچھلیاں
ابابیلوں کی لاشوں سے ڈر رہی تھیں
اور بلبلوں کے، پانی میں ڈوبی ہوئی بلبلوں کے ڈر سے بھاگتے ہوئے
بیڑے (سمندر میں ڈوبے ہوئے)
صبح کے پانیوں کے اوپر سڑ رہے تھے (۱۲)

☆......☆......☆

محمد علی سپانلو

برج های بارانی

ستاره در فلق بندرش
شکوفه در گذر جنگل
نگاه پاسداران بر دریا
نگاه بیدارِ ناوگان
در انتظارِ فجر
و انفجارِ شب

پیاله های برنج
و عطرِ چای
کنارِ جادۀ معمول
که در سراسرِ شب ستونها از آن گذاشته اند

صفیر موشک فسفر
میانِ باد و برنجستان
و ضربه های پا

عبورِ گشتی ها
به خواب قلعه گیان

سپاه در جا می زد
ستاره جان می داد
کنار فانوس بادی
به پاسِ لحظهٔ آزادی
شفق مرا برابر بود
غروبِ قلعهٔ خیبر بود

من و برادرِ من خسرو
به آخرین برگِ کتاب می رفتیم
من و برادرِ من در شب سفرنامه ...
شبی دراز برای شکوفهٔ گیلاس
نزولِ باران
عبور اسکادران
پناه قافله های پشه
کنار برج مراقب
شب از ادامهٔ یارانِ خویش آ گاه است
برای ماه قدیمی
فرازِ جادهٔ مه
میانِ قله ها راه است
و کهکشان های آسیا
سپید و باز و کشنده

سرودهای بلندی بود
من از میانهٔ سر طاقها گذر کردم
سرود بود و هوا نمناك
وسگ
به آسیاب پناه آورد

چه زود موسمِ باران رسید
عبای مزرعه خاکستری
قبای جنگل خاکستر
و زیر ساقهٔ پوتین
و زیر گتر مرداب
تولد زالو
شقیقه های تپنده
که حس گنگ خطر می کرد
و مردِ خستهٔ سنگر
که انهدام را می آزمود
میانِ بارشِ کمرنگِ ماه
خجسته باد کمین گاه
از آن زمان به بعد چه پیش آمد
و صلح در کشمیر
و جنگ در یمن
آیا
هوا پُر از پرنده
چریک در جاده

و در مطایبه تفتیش است؟

چراغها در جنگلِ زغال افروخت
خطر
خطر
خطر ارتباط
میانِ شامهٔ سگ
و بوی ببر
درونِ دنیای نو
که دستِ خالی با دستِ فقر
برای جامعیتِ آزادی می جنگد
کنارِ مدرسهٔ کج
در انفجار بمب فلج

زمین پُر از خزنده
چریک در جاده
و پاسگاه کج اندیش است
و در مطایبه تفتیش است
کنارِ راه زنی غلتید
سرش به صبحدم نیلگونه بر گردید
و در طلوعِ قدیمی آسیا
میانِ آینهٔ چشمش
عبور بمب افکن
برای تاریخ عادلی ثبت شد
قدم نهیم

مسلسل ها
درونِ ظلمت ، دروازه را قرق کردند
و روح فقط روح قادر است
که بر جبینِ هراسان خطی ز خون بکشد
بله برادر! این برجهای بارانی
چه مهربان است
با مُردگان
و مشتِ باد
تمامی صندلیها را درهم فشرد
و از میانِ بنای ستادها بگذشت
مچاله کرد غرورِ بلند پرچم را (۱۳)

....

برسات کے مہینے

ایک ستارہ بندرگاہ پر صبح کے اجالے میں
ایک کلی جنگل کی گذرگاہ میں
پاسبانوں کی نظریں سمندر پر لگی ہوئی
کشتیوں کی جاگتی ہوئی نگاہیں
فجر کے انتظار میں
رات پھٹنے کے انتظار میں

چاولوں کے پیالے
اور چائے کی خوشبو

روز مرّہ کے راستوں کے کنارے
وہ راستے جہاں سے رات بھر
کالم گزرتے رہے ہیں (۱۴)
بارودی ہوائیوں کی تیز آواز
ہوا اور دھان کے کھیتوں میں گونجتی ہوئی
اور مارچ کرتے ہوئے پاؤں کی چاپ
[پیٹرول کی آمد و رفت] (۱۵)
قلعے والوں کی نیندوں میں

فوج لفت رائٹ کرتی ہوئی
ستارے جان دیتے ہوئے
ہوا کی لالٹینوں کے پاس
آزادی کے لمحے کی خاطر
غروب میرے سامنے تھا
خیبر کے قلعے کا غروب تھا

میں اور میرا بھائی ناصر خسرو
کتاب کے آخری ورق پر پہنچ گئے تھے
میں اور میرا بھائی سفر نامے کی اس رات---
[چیری کی گلیوں کے لیے بہت ہی لمبی رات]

بارش کا نزول
فوجی دستوں کا گزرنا
مچھروں کے قافلوں کی پناہ
پاسبانی کے برجوں کے پاس

رات اپنے دوستوں کے سفر سے آگاہ ہے
کسی پرانے چاند کے لیے
کہر کے راستوں کے اوپر
چوٹیوں کے درمیان
راستہ موجود ہے
اور ایشیا کے کہکشاں
اجلے اور دلکش اور کھلے ہوئے
گویا بلند نغمے تھے
میں محرابوں میں سے گزر رہا تھا
گیت گاتا ہوا— ہوا بھیگی ہوئی تھی
اور کتے چکیوں کے نیچے پناہ لے رہے تھے

برسات کتنی جلدی آ گئی
کھیتوں کی عبا خاکستری رنگ تھی
جنگلوں کی قبا خاکستری رنگ تھی
اور فوجی بوٹوں کے اندر

اور دلدلوں سے بھری ہوئی پٹیوں کے اندر (۱۶)
جونکیں پیدا ہونے لگتی تھیں

دھڑکتی ہوئی کنپٹیاں
جو خاموش کسی خطرے کو محسوس کر رہی تھیں
اور مورچے پر تھکا ہوا آدمی
جو تباہی لانے کے طریقے آزما رہا تھا
چاندنی کی ہلکی ہلکی پھوار میں
گھات زندہ باد!

اس کے بعد کیا گزری
کشمیر میں صلح
یمن میں جنگ
آیا
ہوا پرندوں سے پُر ہے
گوریلے راستے میں ہیں
اور ہر لطیفے کی چھان بین شروع ہو جاتی ہے؟

وہ جنگل جو جل کر کوئلہ ہو گئے تھے
ان میں دیے جل اٹھے

خطرہ

خطرہ

خطرہ

کتّے کی قوتِ شامّہ
اور شیر کی بُو کے مل جانے کا خطرہ
اِس خالی ہاتھ اور اُس غریبی کے ہاتھ
کے باہم مل جانے کا خطرہ، ایک نئی دنیا کے اندر
جو
جو آزادی، پوری آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں
کسی مدرسے کی ٹوٹی ہوئی دیوار کے پاس
اپاہج کر دینے والے بموں کی بارش میں

زمین کیڑے مکوڑوں سے بھر گئی ہے
گوریلے رستے میں ہیں
اور پہرے کی چوکی کی سوچ الٹی ہے
اور لطیفوں کی چھان بین ہو رہی ہے

راستے کے کنارے ایک عورت لڑھک گئی
اور اس کا سر نیلگوں سویرے کی طرف لوٹ گیا
اور ایشیا کے پرانے طلوع میں
اس کی آنکھوں کے آئینوں کے درمیان
بمبار جہاز گزرتے ہوئے
تاریخ کے منصف بن گئے

آؤ آگے بڑھیں،
توپوں نے اندھیرے میں دروازے روک رکھے ہیں
اور روح، صرف روح اس قابل ہے
کہ سہمی ہوئی جبینوں پر لہو کی لکیر کھینچ دے
ہاں بھائی! یہ برسات کے مہینے
کتنے مہربان ہیں
مرنے والوں پر
اور ہوا کے مکّوں نے
تمام کرسیاں الٹ دی ہیں
اور ہوا فوجی کمان کی بنیادوں میں سے گزر گئی ہے
اور جھنڈے کے اونچے غرور میں شکنیں ڈال دی ہیں (۱۷)

☆......☆......☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) احمد ندیم قاسمی۔ ''استدراک''۔ مشمولہ، ن م راشد۔ جدید فارسی شاعری۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1987ء۔ ص: س تا ع

(۲) تفصیل کے دیکھیے: ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری۔ 'جدید فارسی شاعری'-ن م راشد کے غیر مدوّن اردو تراجم مع فارسی متن۔ لاہور: ماورا پبلشرز، 2010ء۔ ص20 تا 22

(۳) نیادور۔ کراچی: شمارہ49-50، سنہ ندارد۔ ص59 تا 87 (متفرق صفحات)

(۴) ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری۔ 'جدید فارسی شاعری'-ن م راشد کے غیر مدوّن اردو تراجم مع فارسی متن۔ ص28 تا 29

(۵) ایضاً ۔ ص28

(۶) ایضاً ۔ ص29

(7)http:www.avayeazad.com/manoochehr_atashi/ahang-diyar/15.htm

(۸) یہ ترجمہ کینیڈا سے ن م راشد کی بیٹی یاسمین حسن اور ان کے شوہر فاروق حسن نے ارسال کیا۔

(9)http:www.avayeazad.com/manoochehr_atashi/ahang-digar/22.htm

(۱۰) یہ ترجمہ کینیڈا سے یاسمین حسن اور فاروق حسن نے ارسال کیا۔

(۱۱) اگرچہ ''تشییع پرندگان'' کا فارسی متن کینیڈا سے یاسمین حسن اور فاروق حسن نے برقی مراسلے (E-mail) کی صورت میں ارسال کیا تھا مگر بعد ازاں رضا براہنی کے ایک مجموعے سے بھی دستیاب ہوگیا۔ یہاں متن کا اندراج نظم کی مطبوعہ صورت کے مطابق کیا گیا ہے:
رضا براہنی۔ مصیبتی زیر آفتاب۔ تہران: موسسۂ انتشاراتِ امیر کبیر، 1349ھ ش۔ ص104 تا 108

(۱۲) یہ ترجمہ ن م راشد کی کتاب 'جدید فارسی شاعری' کے بقیہ مسودے میں شامل ہے جو مجلسِ ترقی ادب لاہور سے حاصل کیا گیا۔

(۱۳) محمد حقوقی۔ مرتب؛ شعرِ نو-از آغاز تا امروز۔ جلد اوّل، تہران: انتشاراتِ ثالث، چاپ دوّم، 1377ھ ش۔ ص582 تا 586

(۱۴) اس سطر میں ستون کا ترجمہ کالم کیا گیا ہے جو یہاں بے محل معلوم ہوتا ہے۔ یہاں خود ستون ہی کا لفظ موزوں تھا۔

(۱۵) دستیاب فارسی متن کی مناسبت سے ترجمے کی یہ سطر اضافی ہے۔ شاید راشد مذکورہ سطر اور اس سے اوپر درج ہونے والی سطر میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہتے ہوں۔ مزید یہ کہ مذکورہ سطر میں پیٹرول کو (فوجی) دستے کے متبادل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

(۱۶) شاید گتر کے لیے پٹیوں کے بجائے جرابوں کا متبادل مناسب تر ہوتا۔

(۱۷) یہ ترجمہ کینیڈا سے یاسمین حسن اور فاروق حسن نے ارسال کیا۔